رایہ اخبار

شمار نمبر580

(عربی سے ترجمہ)

31-دسمبر-2025

رجب الخیر، فتوحات اور کامیابیوں کا مہینہ	2
عظیم الشان فتح کے ایک سال بعد، کیا شام کی فیصلہ سازی خود مختار ہو چکی ہے یا گھیراؤ کے جال میں جکڑ لی گئی ہے؟	6
ہمارے حکمران امریکہ اور یہودیوں کے مہرے ہیں	10
آسٹریلیا کی حکومت کی جانب سے حزب التحریر پر پابندی کی دھمکی	12
اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس سوڈانی خانہ جنگی کو طول دینے کا ایک اور باب ہے	13
نئی امریکی قومی سلامتی کی حکمت عملی: دور دراز سے فیصلہ کرنے کی حاکمیت کا نظریہ	17
کرغزستان کی جیلوں میں شباب حزب التحریر پر بہیمانہ تشدد	21
حزب التحریر ولایہ سوڈان کے وفد کی اخوان المسلمون کے رہنما حسن عبد الحمید سے ملاقات	22
حزب التحریر ولایہ سوڈان کے وفد کی القدارف میں 'باکر مقامی انتظامیہ' کے ناظر سے ملاقات	23
مودی کا دورہ اردن اور یہودی وجود کے ساتھ مودی کی شراکت داری کو مربوط کرنے میں اردنی حکومت کا کردار	24
حفتر کا دورۂ مصر	27
زندانوں کی تاریکی نہ تو نظریات کی روشنی کو بجھا سکے گی، اور نہ ہی حق پر ڈٹے رہنے والوں کے عزم واستقلال کو متزلزل کر سکے گی۔	30
یہ تمام تر ذلت ورسوائی اور درماندگی محض اس بنا پر ہے کہ ہم ایک متحدہ ریاست کے بغیر بکھری ہوئی امت بن چکے ہیں	32
واجب الاطاعت اور مقدس صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات ہیں، نہ کہ امریکہ کے زیر اثر قیادت کے احکامات	34

اہلِ اسلام اور تمام تر نوعِ انسانی کی فلاح کا واحد راستہ اپنے خالق، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نازل کردہ نظام زندگی کا نفاذ ہے، کیونکہ محض وہی ذاتِ باری تعالیٰ اپنی مخلوق کے مصالح اور بہتر زندگی کے تقاضوں سے کماحقہ واقف ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ "بھلا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا؟ حالانکہ وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے" (سورۃ الملک: 14)۔ سرمایہ دارانہ نظام اور سیکولرزم کے استبداد سے انسانیت کی مخلصی کا واحد درست رستہ یہی ہے، جن کے پیدا کردہ مسائل لامتناہی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ اس مقصدِ عظیم کے حصول کی واحد راہ نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کا قیام ہے، جو حزب التحریر کی قیادت میں تمام مسائل کو جڑ سے حل کرے گی تاکہ پوری دنیا میں امن وسلامتی کا دور دورہ ہو سکے۔

رجب الخیر، فتوحات اور کامیابیوں کا مہینہ

تحریر: استاد اسد منصور

جب ماہِ رجب کا ہلال نمودار ہوتا ہے تو مسلمان اس کی آمد پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں، کیونکہ یہ حقیقت میں خیر و برکت کی نوید اور اس مبارک ماہِ رمضان کا پیش خیمہ ہوتا ہے جس میں قرآنِ کریم نازل کیا گیا؛ وہ قرآن جو انسانیت کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے اور جس میں رہنمائی اور حق و باطل کے درمیان تمیز کے واضح دلائل موجود ہیں۔

اسی رجب کے مہینے میں ایک عظیم الشان واقعہ پیش آیا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو مکہ کی مسجدِ حرام سے مقدس مسجدِ اقصیٰ تک اسراء (رات کے سفر) کا اعزاز عطا فرمایا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب نبی اکرم ﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ کو کفارِ قریش کی جانب سے شدید مظالم کا سامنا تھا، اور آپ ﷺ اپنی زوجہ حضرت خدیجہؓ کی وفات پر غمزدہ تھے، جو اپنے شوہر کے لیے ایک مضبوط سہارا اور ان تمام خواتین کے لیے ایک مثال تھیں جو زمین پر اسلام کے قیام اور اس کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرنے والے اپنے شوہروں کا صبر و استقامت کے ساتھ ساتھ دیتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی وفات پر بھی غمگین تھے جو آپ کے محافظ اور مددگار تھے، اور ان تمام شریف النفس چچاؤں کی طرح تھے جنہوں نے اسلام کی عمارت اور اس کی عظیم ریاست کی دوبارہ تعمیر کے لیے کوشاں اپنے بھائیوں اور بیٹوں کا ساتھ دیا۔

واقعہ معراج ہمارے نبی ﷺ کے لیے ایک نعمت، تقویت کا سبب، غموں کا مداوا اور قبلہ اول و دوم کی تقدیر کو باہم مربوط کرنے کا وسیلہ ٹھہرا۔ جس طرح مسلمان کفار کے ہاتھوں بیت اللہ (مسجدِ حرام) پر غاصبانہ قبضے کو گوارا نہیں کر سکتے، اسی طرح وہ مسجدِ اقصیٰ کے قبضے کو بھی ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں، اس کی آزادی و تطہیر کے لیے جہاد اور قربانی کی راہ اختیار کرنا ایک شرعی فریضہ بن جاتا ہے۔ اس قبضے پر خاموش تماشائی بنے رہنا شرعاً قطعاً حرام ہے؛ ورنہ مسلمانوں کا کڑا محاسبہ ہوگا اور انہیں ایک ایسی رسوائی اور ذلت آمیز ہزیمت کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے اثرات مسجدِ اقصیٰ اور اس کے مبارک قرب و جوار سے بھی دور تک پھیل جائیں گے، جیسا کہ دورِ حاضر میں مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ جب مسلمان اس کی آزادی سے غافل ہوئے اور یہودیوں کے ناجائز تسلط اور اس کی حرمت کی پامالی پر خاموشی اختیار کی،

تو اس ناجائز وجود نے ہر جگہ مسلمانوں پر دست درازیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔

لہٰذا، ماہِ رجب مسلمانوں کو قبلہ اول کی آزادی کے لیے جہاد کے فرض کی یاد دلاتا ہے، کیونکہ اس پر صلیبی طاقتوں کی سرپرستی اور مسلمان حکمرانوں کی سازش سے یہودیوں نے قبضہ کیا تھا؛ بالخصوص اردن کے حکمرانوں کی ملی بھگت سے جنہوں نے 1967 میں مسجدِ اقصیٰ، القدس اور مغربی کنارے کو طشتری میں رکھ کر یہودیوں کے حوالے کر دیا تھا۔

اسی ماہِ رجب میں پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے دو سال بعد کفار کے ساتھ اولین عسکری تصادم پیش آیا۔ مسلمانوں نے، حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سپہ سالاری میں، قریش کے ایک شخص کو ہلاک اور دو کو اسیر بنایا جبکہ ان کے تجارتی قافلے کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے اس فعل کی توثیق فرمائی اور حرمت والے مہینوں میں قتال کی اجازت پر مبنی قرآنی آیت نازل کی کیونکہ کفار اللہ کے راستے سے روک رہے تھے، اس کا انکار کر رہے تھے اور لوگوں کو ان کے دین سے گمراہ کر رہے تھے۔ یہ واقعہ جہاد کے باقاعدہ آغاز کا اعلان تھا جس نے مسلمانوں کو معرکہ آرائی کے لیے مستعد کیا۔ اس کے بغیر دین کو غلبہ نصیب نہ ہوتا، دشمنوں کو مسلمانوں کی حرمت پر حملہ آور ہونے سے نہ روکا جا سکتا، اور انسانیت اسلام کی اس روشنی کو نہ دیکھ پاتی جو اسے بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ واحد وقہار کی بندگی کی جانب مائل کرتی ہے؛ جو اسے دنیا کی تنگی سے نکال کر دارین کی وسعت وخوشحالی کی طرف، اور باطل نظریات کے جبر اور فاسد مذاہب کے جور وستم سے نکال کر اسلام کے نور اور عدل وانصاف کی طرف لے جاتی ہے۔

اس کے بعد مسلمان معرکہ آرائی کے لیے ہمہ وقت مستعد رہے، جس کے ثمرات غزوہ بدر اور پھر ان مہمات ومعرکوں کی صورت میں برآمد ہوئے جنہوں نے جزیرہ نما عرب کو شرک اور کفر کے اثرات سے پاک کر دیا۔ ہجرت کے نویں برس رجب کے مہینے میں اس وقت کی عالمی طاقت، بازنطینی سلطنت کے خلاف غزوہ تبوک پیش آیا۔ ان کے سپاہی اپنے عرب عیسائی حلیفوں سمیت مسلمانوں کے رعب سے فرار اختیار کر گئے۔ اسے ایک عظیم فتح اور اسلامی ریاست کے عالمی قوت بننے کی سمت ایک کلیدی قدم تصور کیا گیا، کیونکہ جو ریاست وقت کی صفِ اول کی طاقت کو چیلنج کرتی ہے، وہی عالمی طاقت بنتی ہے۔

یہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں شام سے ان کے شکست اور اخراج کی جانب بھی ایک اہم سنگِ میل تھا، جب مسلمانوں نے 16 رجب 14 ہجری کو دمشق فتح کیا۔ ان کا شہنشاہ ہرقل شام کو الوداع کہہ کر بھاگ نکلا اور قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہوا، جو ان کے اگلے معرکے کی منزل ٹھہرنا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اپنی فتوحات کا سلسلہ

جاری رکھا یہاں تک کہ اندلس فتح ہوا اور اسلامی پرچم پیرس کی سرحدوں تک جا پہنچا۔ مسلمانوں نے اندلس میں اپنی کھوئی ہوئی حکومت 12 رجب 479 ہجری کو جنگِ زلاقہ (Sagrajas) میں دوبارہ حاصل کی، جب ان کی افواج شاہِ قشتالہ (Castile) کے خلاف متحد ہوئیں۔

اسی طرح، مسلمان سلطان صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں 27 رجب 583 ہجری کو اپنے مقدس شہر قدس اور مسجدِ اقصیٰ کو واگزار کرانے میں بامراد ہوئے، جو کہ قبلہ اول اور تین مقدس مساجد میں سے تیسری ہے۔ یہ واقعہ انہیں متوجہ کرتا ہے کہ وہ اپنے عسکری قائدین کی صفوں سے صلاح الدین جیسا ایک سپاہ سالار کھڑا کریں جو اس کے نقشِ قدم پر چلے، جس نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے والے فاطمیوں کے اقتدار کا بساط الٹ دیا، بالکل ویسے ہی جیسے آج عالمِ اسلام کے حکمران کر رہے ہیں۔ اس فوجی کمانڈر کو چاہیے کہ وہ یہودیوں کو عبرت ناک سبق سکھائے اور ان کے مغربی سرپرستوں، یعنی عصرِ حاضر کے رومیوں کو، جن کی قیادت ان کا 'ہرقل' یعنی ٹرمپ کر رہا ہے، تتر بتر کر دے۔ اس عسکری قائد کو مسلم حکمرانوں میں موجود ان کے حلیفوں کے اثر و رسوخ کا قلع قمع کرنا چاہیے اور ان منافقین کو کچل دینا چاہیے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور انہیں اس ماہ کی عظیم فتوحات کی اہمیت سے غافل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تاکہ رجب ان کے لیے اپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی کا ایک حقیقی محرک ثابت ہو سکے۔

اسی ماہ، 28 رجب 1342 ہجری کو، ایک ایسا روح فرسا واقعہ اور عظیم المیہ رونما ہوا جس نے امتِ مسلمہ کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ کفار نے اپنے کارندوں کے ذریعے خلافتِ عثمانیہ کا تختہ الٹنے اور اس کی جگہ ایک سیکولر، جمہوری اور کفریہ نظام مسلط کرنے میں کامیابی حاصل کی؛ ایک ایسا نظام جو ان کا تابع فرمان ہے، جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرتا ہے، شرعی احکام کے نفاذ کی راہ روکتا ہے اور ان کے نفاذ کے لیے کوشاں افراد پر عرصہ حیات تنگ کرتا ہے۔ کفار مسلم ممالک کو پچاس سے زائد ٹکڑوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہو گئے، جنہیں انہوں نے 'وطن' اور 'ریاستوں' کا نام دیا، ان کے درمیان مصنوعی قوم پرستانہ سرحدیں کھینچیں، جاہلیت کے جھنڈے گاڑ دیے اور ایک ہی ملت کے لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے اجنبی بنا دیا۔

رجب کا مہینہ مسلمانوں کو اس خلافت کے قیام کی جدوجہد کے فرض کی یاد دلاتا ہے جو منہجِ نبوت پر استوار ہو گی، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اس کی نوید سنائی تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے زمین پر خلافت، ان کے لیے اور ان کے دین کے لیے غلبہ، اور امن و سلامتی کا وعدہ فرمایا ہے، تاکہ وہ یکسو ہو کر صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو

شریک نہ ٹھہرائیں۔

اختتاماً، اور ایک بہترین خاتمے کے طور پر، ہم رجب 1372 ہجری میں پیش آنے والے ایک اہم واقعے کو یاد کرتے ہیں، جب ایک ایسی حزب (جماعت) کے قیام کا اعلان کیا گیا جس نے خلافت کے خاتمے کے تیس سال بعد اسے دوبارہ قائم کرنے کے عظیم مشن کا بیڑا اٹھایا: یعنی **حزب التحریر**۔ حزب نے اس فریضے کی ادائیگی کو زندگی اور موت کا مسئلہ بنالیا، اس کا دستور اور نظام مرتب کیا، بالخصوص اس کا نظامِ حکومت و ریاست، معاشی نظام، مثالی معاشی پالیسی اور اپنی خارجہ پالیسی کے خطوط استوار کیے۔ یوں اس کا وژن ان لوگوں کے لیے واضح ہو گیا جو اس مقصد کے لیے سرگرم ہیں اور ان کے لیے بھی جو اسلام کے ذریعے زمامِ اقتدار سنبھالیں گے۔

کفار، ان کے حلیف منافقین اور مغربی تہذیب کے سحر میں مبتلا افراد کی شدید مخالفت کے باوجود، حزب اس نظریے کو مسلمانوں میں راسخ کرنے میں کامیاب رہی۔ کفار نے اس کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے کذب و افتراء پر مبنی افواہوں کے ذریعے اس کی ساکھ کو مجروح کرنے کی سعی کی۔ انہوں نے ہر میدان میں اس کا تعاقب کیا، اس کی سرگرمیوں اور مطبوعات پر پابندی لگائی، اس کے شباب (کارکنوں) کو مشقِ ستم بنایا، زندگی کے ہر شعبے میں ان پر قدغنیں لگائیں، انہیں پابندِ سلاسل کیا اور بعض کو بہیمانہ تشدد کر کے شہید کر دیا۔ اس کے باوجود، اللہ کی نصرت سے، یہ جماعت ان تمام تر مظالم کے سامنے کوہِ استقامت بنی رہی۔ یہ ایک ایسے منفرد انداز میں کامیاب ہوئی ہے جو کسی اور گروہ کے بس میں نہ تھا: یعنی زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے شباب کو متحد کرنا، نسل، قومیت، فقہی مسلک یا صنف کے امتیاز سے بالاتر ہو کر، اور کفار کی کھینچی گئی تمام مصنوعی سرحدوں کو عبور کرنا۔ یہ اللہ کے حکم سے امتِ مسلمہ کو ایک ریاست میں متحد کرنے کا ایک عملی نمونہ بن چکی ہے۔

لہٰذا، ہر وہ شخص جو امتِ مسلمہ، اپنے دین، مقدسات اور مسجدِ اقصیٰ کے لیے حمیت رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اس حق پرست حزب میں شامل ہو جائے، یا کم از کم اپنی بساط بھر اس کی نصرت کرے، تاکہ وہ خلافت کے قیام کے شرعی فریضے سے غفلت کے گناہ سے سبکدوش ہو سکے اور اس کی تاسیس میں اپنا حصہ ڈال سکے۔ انہیں ایک ایسے خلیفہ کی بیعت کے بندھن میں بندھنا چاہیے جو ان پر اللہ کی شریعت کے مطابق حکمرانی کرے اور انہیں اسلام کی عزت کے ذریعے قوت عطا کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جاہلیت کی موت کا شکار ہو جائیں۔

عظیم الشان فتح کے ایک سال بعد، کیا شام کی فیصلہ سازی خود مختار ہو چکی ہے یا گھیراؤ کے جال میں جکڑ لی گئی ہے؟

تحریر: استاد احمد الصوفی (ابو نزار الشامی)

(ترجمہ)

یہ ایام جدید شام کی تاریخ کے سب سے اہم ترین واقعات میں سے ایک کی پہلی سالگرہ کے ہیں۔۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کا تصور بھی اہل شام کے لیے محال تھا: یعنی شامی جابر بشار الاسد کا زوال اور فرار، اس کی افواج کی ہزیمت، اور شامیوں کا دمشق اور صیدنایا قید خانے میں فاتحانہ داخلہ۔ جہاں ایک طرف میدان خوشی کے نعروں سے گونج رہے ہیں اور اس کٹھن آزمائش کے خاتمے پر اللہ سبحانہ وتعالی کے حضور شکرانے کے سجدوں اور تسبیحات کے لمحات یاد کیے جا رہے ہیں جس نے شام و لبنان کے عوام کو یکساں طور پر متاثر کیا تھا، وہیں دیانت دار مبصرین کے ذہنوں میں ایک گہرا اور کلیدی سوال جنم لے رہا ہے: کیا انقلاب نے اپنی مطلوبہ قرآنی فتح حاصل کر لی ہے، یا "عالمی آکٹوپس" کے چنگل اس لہر کو قابو کرنے اور اسے بڑی طاقتوں کے متعین کردہ راستوں پر ڈالنے میں کامیاب ہو گئے ہیں؟

سب سے نمایاں اور ناقابلِ تردید کامیابی اس سنگِ گراں کا ہٹنا ہے جو امت پر بوجھ بنا ہوا تھا، یعنی حکومت کا سربراہ۔ "جنگِ سدِ جارحیت" (Battle to Deter Aggression) میں ہونے والا یہ زوال محض اتفاق نہیں تھا، بلکہ یہ اس عوامی دباؤ اور انقلابی تپش کا نتیجہ تھا جو چودہ سالوں سے جمع ہو رہی تھی، یہاں تک کہ یہ لہر صرف گیارہ دنوں میں دمشق کے ایوانوں تک پہنچ گئی۔ تاہم، یہ فوجی کامیابی شرعی جواز اور سیاسی مصلحت کے مابین ایک نازک توازن کی متقاضی ہے۔ قرآنی اور نبوی مفہوم میں فتح کا حقیقی مطلب **"اللہ کے کلمے کی سربلندی"** ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں دو گروہ ہو جاتے ہیں؛ ایک طرف جہاں شام کی گلیوں میں **(قائدنا للأبد سيدنا محمد)** "ہمارے ابدی قائد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں" اور **(لأمة تريد خلافة إسلامية)** "امت اسلامی خلافت کی خواہاں ہے" جیسے نعرے گونج رہے تھے، وہیں شام اور دیگر مقامات پر دین کا درد رکھنے والے محسوس کر رہے ہیں کہ نئی قیادت اب امریکی "جوابی انقلاب" (counter-revolution) کی جانب مائل ہو رہی ہے، جو انقلاب کو لگام دینے اور اسے اس کے اسلامی تشخص سے

محروم کرنے کے درپے ہے، جیسا کہ وہ اس مبارک انقلاب کے آغاز سے ہی کرتا آیا ہے۔

تین بنیادی اصول: اور ہم ان کے مقابلے میں کہاں کھڑے ہیں؟

آج انقلابِ شام کے انجام کو ان تین بنیادی اصولوں سے ناپا جا سکتا ہے جن پر انقلابیوں نے روزِ اول سے استقامت دکھائی تھی:

1۔ **پورے نظام کا اس کے تمام ستونوں اور علامتوں سمیت مکمل خاتمہ:** معتدل تجزیہ نگار اس امر پر متفق ہیں کہ مقصد محض سربراہِ حکومت بشار الاسد کی بے دخلی نہیں تھا، بلکہ پورے نظام کی بیخ کنی کرنا تھا۔ تاہم، موجودہ حقائق بتاتے ہیں کہ متعدد عدالتی، تعلیمی اور سیاسی ڈھانچے اب بھی قائم ہیں، اور پرانے نظام کی اصل ریاستی مشینری کو مخلص لوگوں کے تصرف میں آنے سے بچایا جارہا ہے۔ حکومت کا سیاسی ڈھانچہ ہنوز برقرار ہے، اور ملک پر بدستور جبر واستبداد کے ذریعے حکمرانی کی جارہی ہے، جو ان تمام لوگوں کی امنگوں کے برعکس ہے جنہوں نے شام میں اس فریضے کی تکمیل کے لیے بے پناہ قربانیاں پیش کی تھیں۔

2۔ **غیر ملکی طاقتوں کے اثر ورسوخ کا استیصال:** شام آج امریکہ اور روس سے لے کر ایران اور ترکی تک بین الاقوامی اور علاقائی مفادات کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ بلاشبہ، ایک کمزور ریاست جس کے پاس اپنا کوئی آزاد ایجنڈا نہیں ہوتا، وہ مذاکرات نہیں بلکہ سمجھوتے اور سودے بازی کرتی ہے۔ یہ صورتحال بین الاقوامی نظام کی سیاسی خوشامد اور 1974 کے "معاہدہ دستبرداری" (Disengagement Agreement) جیسے پرانے بین الاقوامی معاہدوں کی پاسداری سے عیاں ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مغربی طاقتیں شام کی خیر خواہ نہیں ہیں؛ اس کے برعکس، وہ مسلسل "بنیاد پرست مسلمانوں" کے اقتدار میں آنے سے ڈراتی رہی ہیں۔ ہر کوئی اس حقیقت سے واقف ہے کہ مغرب نے اسد کی پشت پناہی کی اور کئی مواقع پر اسے سقوط سے بچایا۔ درحقیقت، یہ امریکہ ہی تھا جو روس، حزب اللہ اور دیگر قوتوں کو شام میں لایا تاکہ اپنے اثر ورسوخ کا تحفظ کرے اور مسلمانوں کو اقتدار سے دور رکھے۔ تو پھر مغرب ایک وفادار اتحادی اور نئی قیادت کے لیے قابلِ اعتماد کیسے ہو سکتا ہے جبکہ وہ ان کے تلخ ترین دشمنوں میں سے ایک ہے؟

3۔ **شریعت کا نفاذ اور خلافت کا قیام:** یہ وہ اصولی نکتہ ہے جو مغرب کے لیے سب سے ہولناک خواب ہے۔ مغرب نے، لاوروف اور اپنے دیگر رہنماؤں کے ذریعے، بارہا اس خوف کا اظہار کیا ہے کہ اقتدار "غلط ہاتھوں" یعنی اسلام پسندوں کے پاس نہ چلا جائے۔ آج تعلیمی نصاب میں تبدیلیوں، اسلامی تعلیمات کے نصابی اوقات میں تخفیف، اور زندانوں میں

داعیوں اور مجاہدین پر ہونے والے مظالم کے بارے میں شدید تشویش پائی جاتی ہے، جو بالکل سابقہ دورِ حکومت کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔

حکمت اور نظریے کی کشمکش:

بعض لوگ ان خدشات کا جواب "تدریج" کی پالیسی یا "سیاسی چالاکی" کے عنوان سے دیتے ہیں، اور اس کے جواز کے لیے عدم غلبے کے دنوں میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صبر کی مثال پیش کرتے ہیں۔ تاہم، اس دلیل کو کڑی تنقید کا سامنا ہے۔ اگرچہ مکہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہتھیار نہیں اٹھائے تھے، لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کسی بھی مصلحت آمیز سمجھوتے یا "دار الندوہ" کے ساتھ سیاسی شراکت داری کو یکسر مسترد کر دیا تھا، جو اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون کے تحت حکمرانی کرتا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مشروط یا ادھوری حکمرانی قبول کرنے سے بھی سختی سے انکار فرمایا تھا، اور اس بات پر اصرار کیا تھا کہ وہ جس ریاست کی زمامِ اقتدار سنبھالیں گے وہ قانون سازی میں مکمل خود مختار اور صرف اللہ کی شریعت کے تابع ہو گی۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسلامی نظام کو فوری، انقلابی اور مکمل طور پر نافذ فرمایا، جاہلیت کے اصنام کو پاش پاش کر دیا اور اس کے عہد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔

سیاسی بصیرت کا مطلب مغربی اثر و رسوخ کے سامنے سپر ڈِ اندازی یا "ضرورت" کے لبادے میں سیکولرزم کو قبول کرنا نہیں ہے۔ اصل خطرہ یہ ہے کہ نئی قیادت مغرب کے لیے ایک "نگران" (کیئر ٹیکر) انتظامیہ بن جائے، جو بین الاقوامی نظام کے فیصلوں کی تعمیل کرے اور اپنی بقا کی ضمانت کے لیے صہیونی وجود کی خوشنودی حاصل کرے۔ یہ لاکھوں شہداء کے خون سے صریح غداری ہے۔

سرزمینِ شام کا تشخص: کیا یہ بدل گیا ہے؟

سیاسی قوتوں اور کرائے کے میڈیا کی جانب سے ابہام پیدا کرنے اور حقائق کو مسخ کرنے کی کوششوں کے باوجود، سرزمینِ شام کا تشخص اٹل ہے۔ درعا، حمص، غوطہ اور یہاں تک کہ دمشق کے قلب سے اٹھنے والے نعرے اس حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں کہ عوامی لہر کی اصل قوتِ محرکہ "مسجد" تھی اور آج بھی ہے۔

گزشتہ ایک سال کے واقعات نے ثابت کیا ہے کہ امت نے بمباری، بھوک اور ہجرت کی تلخیوں کے ذریعے اپنی شناخت

کو از سرِ نو پالیا ہے، اور خون سے لکھی گئی اس شناخت کو نوکِ قلم کی ایک جنبش یا کسی پسِ پردہ سیکورٹی معاہدے سے مٹایا نہیں جا سکتا۔ شام کا عوامی طبقہ آج بیدار مغزی سے نظر رکھے ہوئے ہے، اور وہ اتنی شعوری آگاہی رکھتا ہے کہ مخلص لوگوں اور ان لوگوں کے درمیان تمیز کر سکے جو اسے "نارملائزیشن" (تعلقات کی استواری) اور سرِ تسلیم خم کرنے کی راہ پر لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اہلِ شام کے نام پیغام: اپنے دین کی حفاظت کریں

آخر میں، یہ ایک مخلص رہنما کی جانب سے تنبیہی پکار ہے جو اپنے لوگوں کو دھوکہ نہیں دیتا:

آج اصل جنگ شعور کی جنگ ہے۔ ان عظیم قربانیوں کا ثمر کسی مجرمانہ اور سفاک بین الاقوامی نظام کی گود میں واپسی کی صورت میں نہیں نکلنا چاہیے۔ اس کے بجائے، اپنی چھینی گئی قانون ساز اور فیصلہ سازی کی آزادی کو بازیاب کرانے کے لیے انقلاب کی روح کو دوبارہ بیدار کرنا چاہیے۔

آج سرزمینِ شام کے عوام، وہاں کے علماء اور داعیوں سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ تمام مغربی تجاویز کے خلاف اپنی آواز بلند کریں، اسلام کے پرچم (رایہ) کو مضبوطی سے تھامے رکھیں، اور ان ظاہری اسلامی علامتوں سے فریب نہ کھائیں جو بودے بہانوں کے ساتھ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی اور نظام کے ذریعے حکمرانی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ سرزمینِ شام، جو مومنین کے مسکن کا مرکز ہے، اس کے فرزندوں کے کندھوں پر ایک امانت ہے؛ اس کی عظمت صرف اسی دین کی مرہونِ منت ہو گی جس نے اسے میدانِ کارزار میں فتح سے ہمکنار کیا اور اللہ کے حکم سے اسے حکمرانی اور سیاست کے میدان میں بھی سرخرو کرے گا۔

ظالم کے زوال کی سالگرہ محض ماضی کے کسی واقعے کا جشن نہیں ہے، بلکہ ایک نئے بین الاقوامی جبر کا مقابلہ کرنے کا نقطہ آغاز ہے جو انقلاب کو یرغمال بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیا شام کے عوام اپنی سرزمین کو دوبارہ حاصل کرنے اور اسے اس کی سابقہ پاکیزگی پر بحال کرنے میں کامیاب ہوں گے؟

ہمارے حکمران امریکہ اور یہودیوں کے مہرے ہیں

یہودی وجود غزہ، مغربی کنارے، لبنان اور شام کے خلاف اپنی مجرمانہ کارروائیاں تسلسل سے جاری رکھے ہوئے ہے؛ وہ جسے چاہتا ہے قتل کرتا ہے، جہاں چاہتا ہے بمباری کرتا ہے، گھروں اور شہری تنصیبات کو مسمار کرتا ہے، غیر قانونی بستیوں کی تعمیر کرتا ہے اور لوگوں کا ان کے گھروں اور زمینوں میں تعاقب کرتا ہے، جبکہ مسلمانوں کے حکمران سازش اور سہولت کاری کے ذلت آمیز موقف پر تاحال قائم ہیں۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس نے ایک پریس ریلیز جاری کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

قطر نے 16 دسمبر 2025 کو امریکی سینٹرل کمانڈ (CENTCOM) کی زیرِ نگرانی ایک وسیع بین الاقوامی فورم کی میزبانی کی، جس میں 25 سے زائد ممالک کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کا مقصد غزہ کے لیے ایک کثیر القومی فوج کے قیام کی منصوبہ بندی کرنا ہے، جسے 'استحکام فورس' کا نام دیا جائے گا، جبکہ حقیقت میں یہ ایک بین الاقوامی غاصب فوج ہو گی جو یہودیوں کی سلامتی کا تحفظ کرے گی اور امریکی منصوبوں کی تکمیل کو یقینی بنائے گی۔ دوسری جانب، یہی حکمران مقبوضہ مغربی کنارے میں 19 بستیوں کی تعمیر کی یہودی حکومت کی منظوری پر صرف ایک مذمتی بیان پر اکتفا کرتے ہیں، اور اسے "بین الاقوامی قراردادوں کی صریح خلاف ورزی" قرار دیتے ہیں۔

رہی بات ترک صدر اردوان کی، تو وہ اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے کہ یہودی اور ٹرمپ انہیں ان کثیر القومی افواج کے اندر ترک دستے بھیجنے کی اجازت دیں۔ اس نے اپنے آپ کو غزہ اور شام میں یہودیوں کے جرائم کے حوالے سے صرف صحافتی بیانیوں تک محدود رکھا ہوا ہے، جہاں اس نے کہا: "شام کے خلاف اسرائیلی جارحانہ اقدامات، طویل مدت میں، اس ملک کی سلامتی اور استحکام میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں"۔ اور غزہ میں یہودیوں کے جرائم کے بارے میں اس نے کہا: "انہوں نے غزہ کو ہیروشیما پر گرائے گئے بموں سے چودہ گنا زیادہ طاقتور بموں سے تباہ کر دیا، تو ہم ایسے بین الاقوامی نظام کی بات کیسے کر سکتے ہیں جو کام کرتا ہو اور ناانصافی کو روکتا ہو؟"۔

رہی بات مصر کی، تو وہ پولینڈ جیسے بے اثر اور بے وزن ملک کے ساتھ صورتحال پر گفتگو میں مگن ہے۔ متحدہ عرب امارات میں منعقدہ 'سربنی یاس فورم' کے موقع پر مصری وزیر خارجہ بدر عبد العاطی نے اپنے پولش ہم منصب رادوسلاو سیکورسکی کے ساتھ غزہ میں جنگ بندی کے استحکام اور انسانی امداد کی فراہمی پر تبادلہ خیال کیا۔

دوسری طرف اردن کے وزیر خارجہ ایمن صفدی صرف مذمت، موجودہ صورتحال کے انکار اور 'دوریاستی حل' کے غوغا تک محدود ہیں، جو کہ حقیقت میں دستبرداری اور پسپائی کا منصوبہ ہے۔ انہوں نے پیر کے روز مقبوضہ مغربی کنارے میں ناجائز قبضے کو روکنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے استحکام کو ایک ایسے سیاسی افق سے مشروط کیا جس میں 4 جون 1967 کی حدود پر ایک آزاد، خود مختار فلسطینی ریاست ہو جس کا دارالحکومت مشرقی قدس ہو۔

اسی اثناء میں، اسلامی تعاون تنظیم (OIC)، عرب لیگ اور افریقی یونین کمیشن نے جدہ میں مشاورتی اجلاس کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا جس میں عالمی برادری سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ قابض دشمن کو اس کے جرائم کے لیے جوابدہ ٹھہرائے اور بین الاقوامی فوجداری عدالت و عالمی عدالتِ انصاف میں اس پر مقدمہ چلانے کو یقینی بنائے تاکہ سزا سے استثنیٰ کا خاتمہ ہو سکے۔

پریس ریلیز میں مزید واضح کیا گیا کہ: ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلم حکمران یہودیوں اور ٹرمپ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہیں تاکہ ان کے مذموم منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکیں اور ان کے جرائم پر پردہ ڈالیں۔ ان کے یہ بیانات عوامی جذبات کو سرد کرنے کے لیے محض 'نشہ آور انجکشن' (Anesthetic injections) کی حیثیت رکھتے ہیں، تاکہ امت حقائق پر غور و فکر کر کے نجات کے حقیقی راستے کی طرف مائل نہ ہو سکے۔

پریس ریلیز میں اس بات پر زور دیا گیا کہ: یہودیوں کی جارحیت اور ٹرمپ کے منصوبوں کا مقابلہ غاصبانہ منصوبوں کو قبول کرنے اور بین الاقوامی اداروں اور 'بین الاقوامی قانونی حیثیت' (international legitimacy) کے ذریعے تنازعہ حل کرنے کی کوششوں سے ممکن نہیں، جو ہمیشہ سے غاصبانہ قبضے کے حامی اور مددگار رہے ہیں۔ یہودیوں کی جارحیت اور تکبر کے سامنے محض مذمت، زبانی کلامی ملامت اور محض صحافتی بیانات کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کے تدارک کے لیے موزوں ہیں۔ اس کے برعکس، فلسطین کی آزادی اور لبنان، شام اور خطے کی دیگر سرزمینوں کو یہودیوں کے شر سے پاک کرنے کے لیے افواج کی حرکت (Mobilization) ناگزیر ہے۔ بصورتِ دیگر، امت کا خون اسی طرح بہتا رہے گا اور یہودیوں اور ٹرمپ کی سرکشی و تکبر میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

آسٹریلیا کی حکومت کی جانب سے حزب التحریر پر پابندی کی دھمکی

حزب التحریر آسٹریلیا کے پریس ریلیز کے مطابق، 18 دسمبر 2025 کو آسٹریلوی وزیر اعظم نے یہ اعلان کر کے اپنی سیاسی بقا کو آسٹریلیا کی خود مختاری پر ترجیح دی کہ وہ صہیونی مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم کر رہے ہیں۔ انہوں نے 'اینٹی سیمی ٹزم' کے خلاف ایک پانچ نکاتی منصوبے کا اعلان کیا، جس کا ایک مقصد فلسطین کے حق میں مسلمانوں کی سرگرمیوں کو جرم قرار دینا ہے۔

22 دسمبر 2025 کو وزیر داخلہ نے ایک ایسے نئے قانونی ڈھانچے کی تیاری کا عندیہ دیا جس کا ہدف مسلمانوں کی مخالفت کو جرم بنانا ہے، اور اس کا آغاز حزب التحریر سے کیا جائے گا۔

پریس ریلیز میں درج ذیل نکات پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے:

1. آسٹریلیا میں حزب التحریر پر پابندی کا منصوبہ صرف ایک 'دو سطحی قانونی نظام' (two-tier legal system) کے نفاذ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ آسٹریلوی وزیرِ اعظم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، جبکہ ان کی وزیرِ داخلہ نے صراحت کے ساتھ اعتراف کیا ہے کہ حزب التحریر پر پابندی کا کوئی قانونی جواز موجود نہ ہونے کے باوجود، آسٹریلیا اب ایک ایسا مکمل طور پر نیا قانونی فریم ورک وضع کرنے کی کوشش کرے گا جو خاص طور پر مسلم کمیونٹی کو نشانہ بنائے۔

2. حزب التحریر کو غیر قانونی قرار دینے کی یہ کوششیں فلسطین کے حق میں کی جانے والی تمام سرگرمیوں کو مجرمانہ رنگ دینے کے وسیع تر صہیونی مطالبات کا حصہ ہیں، جس کا مقصد ہر اس شخص کو نشانہ بنانا ہے جو فلسطینی کاز کے لیے آواز اٹھاتا ہے۔

3. آسٹریلیا میں حزب التحریر پر پابندی کے لیے حکومت کا پورا مقدمہ سراسر جھوٹ اور نسل پرستانہ اسلاموفوبک بیانیوں پر استوار ہے، جو کہ تمام باضمیر لوگوں کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور ناقابلِ قبول ہونے چاہئیں۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس سوڈانی خانہ جنگی کو طول دینے کا ایک اور باب ہے

تحریر: استاد عبد السلام اسحاق

(ترجمہ)

پیر، 22 دسمبر 2025 کو نیویارک میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں کونسل کے تمام ارکان نے شرکت کی۔ سوڈانی وزیر اعظم ڈاکٹر کامل ادریس نے کونسل کو سوڈان کی تازہ ترین صورتحال پر بریفنگ دی۔ اس موقع پر ان کے مشیران ڈاکٹر حسین الحفیان، نزار عبداللہ اور سفیر بدر الدین الجعفری بھی نیویارک میں ان کے ہمراہ موجود تھے (سونا نیوز ایجنسی، 22 دسمبر 2025)۔

ڈاکٹر کامل ادریس نے سوڈانی حکومت کے امن اقدام کا خاکہ پیش کیا، جس میں درج ذیل نکات شامل ہیں: بین الاقوامی زیرِ نگرانی جامع جنگ بندی؛ جدہ اعلامیہ کی روشنی میں تمام مقبوضہ علاقوں سے ملیشیاؤں کا انخلاء؛ اقوام متحدہ، افریقی یونین اور عرب لیگ کی نگرانی میں متعین کردہ کیمپوں میں ملیشیا فورسز کی از سرِ نو تنظیم؛ داخلی طور پر بے گھر ہونے والے افراد اور پناہ گزینوں کی اپنے آبائی علاقوں میں محفوظ واپسی کو یقینی بنانا؛ تمام خطوں تک انسانی بنیادوں پر امداد کی بلا تعطل فراہمی؛ اور بین الاقوامی نگرانی میں ملیشیاؤں کو مکمل طور پر غیر مسلح کرنا، جس میں ہتھیاروں کے دوبارہ استعمال کے خلاف ضمانتیں بھی شامل ہوں۔

سوڈانی حکومت اس اقدام پر مثبت ردعمل کے حصول کے لیے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 2736 کے تحت اعتماد سازی کے اقدامات بھی اٹھا رہی ہے۔ ان اقدامات میں سیاسی، معاشی، حفاظتی اور سماجی پہلو شامل ہیں، جن میں عوامی حقوق سے متعلق قانونی چارہ جوئی، ایسی پالیسیوں کی تشکیل جو اس بات کو یقینی بنائیں کہ کسی بھی سوڈانی شہری کو شناختی دستاویزات کے حصول سے محروم نہ رکھا جائے، مجرمانہ الزامات کا از سرِ نو جائزہ لینا، اور ملک واپسی کے خواہش مند افراد کے لیے سہولیات فراہم کرنا شامل ہے۔ اس اقدام کے تحت اسلحہ سے دستبرداری اور نقصان کی تلافی کے پروگرام کے ذریعے اہل افراد کی دوبارہ معاشرتی شمولیت، دارفور، کردوفان اور دیگر متاثرہ ریاستوں میں معاشی منصوبوں کی

معاونت اور تعمیرِ نو کی کوششیں بھی شامل ہیں۔

یہ اہداف اقوام متحدہ، عطیہ دہندگان اور دوست ممالک کے تعاون سے سماجی امن اور مفاہمت کے استحکام کے لیے جامع بین الاقوامی اور مقامی ڈھانچہ جاتی کانفرنسوں کے ذریعے حاصل کیے جائیں گے۔ اس کے بعد، عبوری دور کے دوران ایک داخلی سوڈانی مکالمہ منعقد کیا جائے گا، جس میں تمام سیاسی قوتوں کو انتخابات کے ذریعے مملکت کا نظام چلانے کے لیے یکجا کیا جائے گا۔ ڈاکٹر کامل ادریس نے اس بات پر زور دیا کہ یہ امن اقدام خالصتاً سوڈانی ہے، جسے کسی بیرونی عنصر نے مسلط نہیں کیا بلکہ اسے مکمل طور پر سوڈانیوں نے خود تیار کیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ اس کا مقصد جنگ جیتنا نہیں، بلکہ تشدد کے لامتناہی سلسلے کا خاتمہ ہے، اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ جنگ ملیشیا کی جانب سے چھیڑی گئی تھی۔ کامل ادریس نے کہا کہ یہ امن اقدام "امید کی حکومت" (Government of Hope) کے وژن کا عکاس ہے تاکہ ملیشیا اور اس کے حامیوں کی جارحیت کا خاتمہ ہو، شہریوں کا تحفظ یقینی بنے، خونریزی تھم جائے، وطنِ عزیز کا دفاع ہو اور بین الاقوامی امن و سلامتی برقرار رہے (سونا نیوز ایجنسی)۔

یہاں یہ سوال اٹھانا ضروری ہے کہ: گزشتہ اجلاس کے کیا نتائج برآمد ہوئے تھے، جس میں وزیر اعظم نے بنفسِ نفیس شرکت کی تھی؟ کیا اس اقدام نے جنگ اور خونریزی کے سیلاب کو روکنے میں کوئی مدد کی؟ ہم اپنے مسائل کے حل کے لیے مغربی ممالک کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں، جبکہ ہم بخوبی جانتے ہیں کہ وہی ہماری دولت اور وسائل کے لالچ میں اس جنگ کو ایندھن فراہم کرنے والے اصل ذمہ دار ہیں؟ سوڈانی حکومت اس اجلاس سے کن نئے فوائد کی متوقع ہے اور اس سے کیوں وابستہ ہے؟

اس حقیقت کی تصدیق کے لیے کہ مغرب ہمارا مسئلہ حل کرنے کے بجائے اسے مزید الجھائے گا، آیئے یورپی حکام اور اقوام متحدہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل خالد خیاری کے بیانات پر غور کریں، جو سوڈان میں تنازع کی شدت اور اس کے علاقائی اثرات سے متعلق خبردار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "اگر ان حالات پر توجہ نہ دی گئی تو سوڈان کے پڑوسی ممالک بھی اس کے اندرونی اور ارد گرد کے علاقائی تنازع کی لپیٹ میں آسکتے ہیں"۔ اقوام متحدہ کی خبروں کے مطابق، انہوں نے فریقین کی جانب سے اندھا دھند حملوں میں ڈرونز کے بڑھتے ہوئے استعمال کی طرف اشارہ کیا جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں شہری لقمہ اجل بن رہے ہیں (سوڈانی ایونٹس اخبار)۔

جبکہ سوڈان میں اقوام متحدہ کے وفود کی جانب سے ہر گھنٹے بعد رپورٹیں جمع کرائی جارہی ہیں، تو جنگ بندی کے لیے فوری

فیصلے کیوں نہیں کیے گئے؟ یہ تنظیم محض تنبیہ اور مذمت جاری کرنے کے سوا کچھ کرنے کی اہل نہیں ہے۔ اقوام متحدہ محض امریکہ کے ہاتھوں میں ایک مہرہ ہے، جو اسے اپنے مفادات کے مطابق استعمال کرتا ہے، اور ہر ممکن طریقے سے یورپ کو اس معاملے سے دور رکھتا ہے۔ دریں اثنا، انقلابی قوتوں کے شہری جمہوری اتحاد "صمود" کا کہنا ہے کہ وزیر اعظم کامل ادریس کا اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے خطاب، جس میں انہوں نے نام نہاد "امن کے لیے حکومتِ امید" کا منصوبہ پیش کیا، جنگ کے تسلسل، اس کی شدت اور ملک کے لیے تباہ کن نتائج کے مزید ابتر ہونے کی توثیق کے سوا کچھ نہیں۔ ایک بیان میں، اس اتحاد نے "کواڈ" (Quad) بین الاقوامی گروپ کے روڈ میپ سے انحراف کی کوششوں کے خلاف خبر دار کیا، اور اس بات پر زور دیا کہ منصفانہ امن کا قیام اسی کے نفاذ سے مشروط ہے۔ کواڈ اتحاد نے مسلح افواج، ریپڈ سپورٹ فورسز اور عالمی برادری سے مطالبہ کیا کہ وہ فی الفور انسانی بنیادوں پر جنگ بندی کریں اور کسی تاخیر کے بغیر جنگ کا خاتمہ کریں (العربیہ سوڈان)۔

امریکی سفارت کار کیمرون ہڈسن نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاسوں کا اصل محرک بے نقاب کر دیا، جو کہ جنگ کو اس وقت تک طول دینا ہے جب تک کہ امریکی منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ جائے۔ بلاشبہ واشنگٹن کے بند کمروں میں یہی سازش تیار ہو رہی ہے اور سوڈان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس پر عمل درآمد ناگزیر ہے۔ ہڈسن نے انکشاف کیا کہ متحدہ عرب امارات نے گزشتہ دو سالوں میں ہارن آف افریقہ میں اپنا سیاسی اثر ورسوخ استعمال کیا ہے، اور چاڈ، لیبیا، وسطی افریقی جمہوریہ، جنوبی سوڈان اور صومالیہ میں اپنے نیٹ ورکس کے ذریعے ملیشیاؤں کو ہتھیاروں کی منتقلی کے لیے ایک وسیع فضائی راہداری (ایئر لفٹ) قائم کی ہے۔ ان ہتھیاروں نے ملیشیاؤں کی عسکری صلاحیت میں اضافہ کیا اور انہیں مظالم ڈھانے کے قابل بنایا۔ انہوں نے باغی ملیشیاؤں پر الفاشر میں داخلے کے بعد سے جنگی جرائم، نسل کشی اور ہزاروں نہتے شہریوں کے قتل کا الزام عائد کیا، جن میں سے بعض کی لاشیں جلا دی گئی تھیں۔ انہوں نے سلامتی کونسل سے ملوث عناصر کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا اور واضح کیا کہ ملیشیاؤں کو بیرونی فریقوں سے جدید ہتھیار اور ٹیکنالوجی موصول ہوئی ہے، جس نے جنگ کو طویل کر دیا ہے۔ ہڈسن نے افسوس کا اظہار کیا کہ سوڈان میں جنگ کے حامیوں میں سے کچھ خود سلامتی کونسل کے ارکان ہیں۔ انہوں نے سوڈان کو ٹوٹ پھوٹ اور تباہی سے بچانے کے لیے بین الاقوامی سطح پر عملی اقدامات کی ضرورت پر زور دیا، مبادا اس کی آگ سے پورا خطہ جھلس جائے (سونا نیوز ایجنسی، 23 دسمبر 2025)۔

وہ ممالک جن پر ہڈسن نے سوڈان میں جنگ کو ہوا دینے کا الزام لگایا ہے، وہ سب امریکی زیرِ اثر ہیں، اور سوڈانی حکومت کا

وژن بھی امریکی قیادت میں کواڈ گروپ اور 2023 کے جدہ معاہدے کے فریم ورک سے باہر نہیں نکل سکا۔ پس، اے سوڈان کے غیور لوگو، صرف ایک ہی حل اور نجات کی راہ ہے: آپ کا اسلام کی جانب رجوع۔ اس سال ماہِ رجب تک، کفار اور استعماری مغرب کے ہاتھوں، غدار عربوں اور ترکوں کی مدد سے خلافت کی تباہی کو 105 ہجری سال بیت جائیں گے۔ آیئے پہلی اسلامی ریاست کے سقوط کی اس برسی پر، سوڈان کو اس دوسری اسلامی ریاست کا مرکز بنائیں جس کی پیشین گوئی نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: **﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾** "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے"(سورۃ الانفال 24)

ولایہ سوڈان میں حزب التحریر رکن میڈیا آفس کے رکن

نئی امریکی قومی سلامتی کی حکمت عملی:

دور دراز سے فیصلہ کرنے کی حاکمیت کا نظریہ

تحریر: استاد خالد علی

(ترجمہ)

6 دسمبر 2025 کو ٹرمپ انتظامیہ نے اپنی نئی 'قومی سلامتی کی حکمت عملی' کی دستاویز جاری کی، جس کا مرکزی عنوان "امریکہ سب سے پہلے" (America First) ہے؛ اس کا مقصد امریکی خارجہ پالیسی کے لیے ایک جامع فریم ورک فراہم کرنا ہے۔ یہ حکمت عملی امریکی کردار کی نوعیت میں ایک بنیادی تبدیلی کا برملا اعلان ہے، بالخصوص اتحادیوں اور دیگر ممالک کے ساتھ معاملات کے تناظر میں۔ دستاویز کے مصنفین کا خیال ہے کہ امریکہ اب اس نہج پر پہنچ چکا ہے جہاں وہ دنیا کی حفاظت کا مزید بوجھ نہیں اٹھا سکتا، اور نہ ہی ایسی غیر ملکی حکومتوں پر سرمایہ کاری کر سکتا ہے جو براہِ راست امریکی مفادات کے لیے سود مند نہ ہوں۔

اس نئی حکمت عملی کا نمایاں ترین پہلو 1823 کے "مونرو ڈاکٹرائن" (Monroe Doctrine) کا باضابطہ احیاء ہے، جس کے ساتھ ہی "مونرو ڈاکٹرائن میں ٹرمپ کا اضافہ" (Trump Corollary) بھی متعارف کرایا گیا ہے، جو "طاقت کے ذریعے امن" کے حصول پر زور دیتا ہے۔ صدر مونرو نے 1823 میں اس نظریے کا اعلان اس مقصد کے لیے کیا تھا کہ لاطینی امریکہ سے یورپی اثر و رسوخ کا خاتمہ کیا جائے اور بدلے میں واشنگٹن یورپی معاملات میں مداخلت سے گریز کرے۔ یہ درحقیقت باقی دنیا سے امریکہ کی علیحدگی کا اعلان تھا۔ آج کے اس اعلان میں جدت یہ ہے کہ یہ مغربی نصف کرہ پر امریکی حاکمیت کی توثیق اور کسی بھی بیرونی حریف، بالخصوص چین، روس، یورپ اور شاید ایران کے سدِباب کے ساتھ ساتھ، پوری دنیا پر امریکہ کی حاکمیت، انفرادیت اور طاقت کے ذرائع پر اس کے کنٹرول کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ یہ سب دنیا کے ممالک میں براہِ راست مداخلت کے بجائے تجارتی تعلقات اور امریکی مفادات پر مبنی باہمی سودوں کے ذریعے ہو گا، ساتھ ہی اس تکنیکی و سائنسی برتری کے ذریعے جو اسے عالمی قیادت کا اہل بناتی ہے، اور جسے "دور دراز سے حاکمیت اور قیادت" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک یورپ اور روس کے ساتھ امریکہ کے تعلقات کا تعلق ہے، یورپ کے لیے پیغام یہ ہے کہ وہ اب امریکہ کا شراکت دار نہیں رہا، بلکہ ایک ایسا خطہ ہے جسے امریکی قیادت میں مغربی نظام کے اندر نئے سرے سے منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نیا نقطہ نظر روسی اثر و رسوخ کا مقابلہ کرنے کے لیے براہِ راست امریکی مداخلت کی اہمیت کو کم کرتا ہے، اور یورپی اتحادیوں پر زور دیتا ہے کہ وہ روسی خطرات کا دفاعی بوجھ خود اٹھائیں۔ کئی دہائیوں تک یورپ کو امریکی قومی سلامتی کا سنگِ بنیاد سمجھے جانے کے بعد، یہ اس کے لیے امریکہ کی تاریخی ذمہ داریوں سے دستبرداری کی علامت ہے۔ یہ نیا بیانیہ مغربی اتحاد کے روایتی ستونوں کو متزلزل کرتا نظر آتا ہے، اور یہاں تک کہ واضح طور پر یورپ کے تہذیبی زوال کی وارننگ بھی دیتا ہے، جو امریکی قومی سلامتی کے لٹریچر میں ایک غیر معمولی بات ہے۔ یورپی دفاعی منظر نامے سے امریکہ کی جزوی یا مکمل غیر موجودگی کے نتیجے میں یورپ روسی خطرات کے سامنے کمزور پڑ جائے گا، جس نے حالیہ برسوں میں اپنی عسکری اور سیاسی موجودگی کو تقویت دی ہے۔ اگرچہ یہ حکمت عملی نیٹو (NATO) کے ساتھ امریکی وابستگی میں کمی کا حتمی اعلان نہیں کرتی، مگر دستاویز کا مجموعی لہجہ ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ اب یورپ کو اپنی قومی سلامتی کے حساب کتاب میں شامل نہیں سمجھتا۔ روس کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے دستاویز کا استدلال ہے کہ روس اب کوئی وجودی خطرہ نہیں رہا، بلکہ محض ایک حریف ہے جس کے ساتھ مفاہمت ممکن ہے۔ دستاویز کے مطابق بہترین لائحہ عمل یہ ہے کہ مذاکرات کے ذریعے روس کو محدود رکھا جائے اور براہِ راست تصادم کے امکانات کو کم سے کم کیا جائے۔

چین کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے دستاویز بتاتی ہے کہ امریکی منڈیوں تک رسائی نے چین کو معاشی اور تکنیکی ترقی کے بے پناہ مواقع فراہم کیے، جس کی بدولت وہ آج امریکہ کا ایک سٹریٹجک حریف بن چکا ہے۔ لہٰذا، یہ حکمت عملی اتحادوں کے ایک وسیع نیٹ ورک کے ذریعے چین کے گرد گھیرا تنگ کر کے توازن کو دوبارہ درست کرنے کا مطالبہ کرتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ چین کو ایسی معاشی یا عسکری طاقت بننے کی اجازت نہیں دے گا جو امریکی قومی سلامتی کے لیے چیلنج بنے۔ نئی حکمت عملی کا اصرار ہے کہ یہ ہدف محض امریکی کوششوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ علاقائی ممالک کو خود اپنے دفاعی بجٹ میں اضافہ کرنا چاہیے، اپنی فوجی صلاحیتوں کو ترقی دینی چاہیے، اور ایسی مشترکہ افواج تشکیل دینی چاہئیں جو انہیں چینی چیلنجوں کا مل کر اور پائیدار طریقے سے مقابلہ کرنے کے قابل بنا سکیں۔ خلاصہ یہ کہ چین کے بارے میں امریکہ کی پالیسی اسے محض ایک تجارتی حریف کے طور پر دیکھنے پر مبنی ہے، نہ کہ ثقافتی یا تہذیبی؛ اور اس کا ماننا ہے کہ اسے ٹیرف، ٹیکنالوجی کی منتقلی پر پابندیوں اور تجارتی مقابلے کے دیگر آلات کے ذریعے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

مشرقِ وسطیٰ، جو دہائیوں تک امریکی خارجہ پالیسی کی اولین ترجیح رہا، اب امریکی قومی سلامتی میں ایک اہم مگر غیر مرکزی

خطے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کی پہلی وجہ امریکہ کا توانائی برآمد کرنے والے ملک میں تبدیل ہونا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس خطے کے تنازعات کو علاقائی اتحادوں کے نیٹ ورک کے ذریعے دور بیٹھے سنبھالا جا سکتا ہے، بغیر ان جنگوں میں دوبارہ الجھے جو اس کے وسائل کو نچوڑ لیں، جیسا کہ عراق اور افغانستان میں ہوا۔ مشرقِ وسطیٰ کے خطرات کو نسبتاً کم اہمیت دینے کے باوجود، امریکہ اس کے اندر اسلام کے خطرے سے غافل نہیں ہے۔ اس نے اس بات پر زور دیا ہے کہ خطے کو "دہشت گردی" کی ایسی آماجگاہ بننے سے روکا جائے جو امریکی سرزمین پر حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، اور یہودی ریاست کی سلامتی اور برتری کو یقینی بنایا جائے۔ ایسا لگتا ہے کہ امریکہ اس خطے کے معاملات اپنے ایجنٹوں اور شراکت داروں کے سپرد کرنا چاہتا ہے، جن میں سب سے نمایاں یہودی ریاست ہے، جس کے ذریعے وہ خلیجی ریاستوں اور یہودی ریاست کے درمیان اتحاد کی بنیاد پر ایک نیا علاقائی نظام تشکیل دینے اور "ابراہیمی معاہدوں" کو مزید مسلم ممالک تک وسعت دینے کی خواہش رکھتا ہے۔ اس سے واشنگٹن کے تصور کے مطابق یہودی ریاست ایک سیکیورٹی بوجھ کے بجائے علاقائی سیکیورٹی ڈھانچے کا ایک مضبوط ستون بن جائے گی۔ جہاں تک مسئلہ فلسطین کا تعلق ہے، نئی انتظامیہ کے پاس اس وقت اس کے حل کے لیے کوئی واضح وژن نظر نہیں آتا۔ اس لیے وہ مشرقِ وسطیٰ کے اس تنازع کو ایک "انتہائی پریشان کن" اور "کانٹے دار" صورتحال قرار دے کر محض غزہ میں جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلے کے سودوں پر قناعت کرتی ہے، جبکہ یہودی ریاست کی عسکری برتری برقرار رہنے تک طاقت کے توازن کو بنیادی طور پر تبدیل کیے بغیر تنازع کو سنبھالنے کے امکان کو برقرار رکھتی ہے۔

اس بات پر توجہ دینا ضروری ہے کہ امریکہ اسلام کی طرف سے لاحق خطرے کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اپنی نئی حکمت عملی میں، وہ چین کو کنٹرول کرنے اور روس کے ساتھ مفاہمت تک پہنچنے کا امکان دیکھتا ہے، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی بنیادی یا وجودی خطرہ پیدا نہیں کرتا۔ تاہم، اسلام کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ واحد عنصر ہے جو ایک بنیادی تہذیبی خطرہ ہے۔ بنیادی خطرے سے نہ تو محض نمٹا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے قابو میں رکھا جا سکتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ تعلق کی نوعیت "وجود یا عدم وجود" کی ہے۔ اس لیے امریکہ اسلام کو نظر انداز نہیں کر سکتا، چاہے وہ اپنی نئی حکمت عملی میں اس کا صراحت کے ساتھ ذکر نہ کرے۔

آخرِ کار، امریکہ عالمی قیادت کے بوجھ سے تھک چکا ہے، جس سے داخلی اور بین الاقوامی بحرانوں کو سنبھالنے میں اس کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ اسی صورتحال نے اسے بیرونی دنیا کے ساتھ معاملات کے لیے اس نئے انداز کو اپنانے پر مجبور کیا ہے۔ امریکہ عالمی سطح پر اپنا قائدانہ کردار کھونا نہیں چاہتا، لیکن ساتھ ہی وہ اس کردار کے ان نتائج کو بھگتنے سے بھی

گریزاں ہے جنہوں نے اسے نڈھال کر کے اس پر اضافی بوجھ ڈال دیا ہے۔ اس طرح اس نے قیادت کا ایک نیا تصور متعارف کرایا ہے: نتائج کے بغیر قیادت، یا بازار میں قدم رکھے بغیر تجارت کا منافع سمیٹنا۔ یہ بین الاقوامی قیادت کے معنی، یا دنیا کی صفِ اول کی ریاست ہونے کے مفہوم سے ناواقفیت اور زوال کی ایک شکل ہے۔ وہ اپنی فیصلہ سازی کی حاکمیت اور تسلط کو برقرار رکھنے کے لیے جتنی بھی حکمتِ عملیاں تیار کرلے، اس کی ٹرین تقریباً اپنے آخری اسٹیشن پر پہنچ چکی ہے اور اس کے دن گنے جاچکے ہیں۔ اب اسلام کے نظریے کا وقت آگیا ہے جس کا سورج طلوع ہوچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ظہور میں جلدی فرمائے۔

کرغزستان کی جیلوں میں شبابِ حزب التحریر پر بہیمانہ تشدد

'فریڈم فار یوریشیا' نامی تنظیم نے کرغزستان کی قومی سلامتی کی سٹیٹ کمیٹی (GKNB) کے زیرِ حراست افراد پر کیے جانے والے تشدد اور ظالمانہ سلوک کے معتبر ثبوت شائع کیے ہیں۔ یہ نتائج حالیہ مہینوں کے دوران سابقہ قیدیوں کے ساتھ کیے گئے کئی آزادانہ انٹرویوز پر مبنی ہیں۔

زیرِ حراست افراد نے تصدیق کی ہے کہ انہیں وحشیانہ مار پیٹ، بجلی کے جھٹکوں، دم گھونٹنے اور 'واٹر بورڈنگ' کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے علاوہ، بہت سے افراد کو شدید نفسیاتی دباؤ کے تحت من گھڑت 'اعترافِ جرم' پر مبنی 'معافی ناموں' کی ویڈیوز ریکارڈ کروانے پر بھی مجبور کیا گیا۔

اخبار "الرایہ" کے مطابق: قومی سلامتی کی سٹیٹ کمیٹی کے ایجنٹوں کے ہاتھوں بدترین تشدد کا نشانہ بننے والوں کی اکثریت دعوتِ اسلامی کے علمبردار ہیں، جن پر انتہا پسندی کے لغو اور جھوٹے الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ انہیں اغوا، عارضی حراستی مراکز میں مار پیٹ، اعضائے مخصوصہ پر بجلی کے جھٹکے دینے، واٹر بورڈنگ اور دیگر انسانیت سوز مظالم اور ناانصافیوں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

ان داعیانِ حق پر یہ ظلم و ستم محض اس لیے ڈھایا جا رہا ہے کیونکہ وہ پکارتے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے۔ وہ روزمرہ زندگی میں اسلام کے دوبارہ نفاذ کی جدوجہد سے ایک لمحے کے لیے بھی پیچھے نہیں ہٹے اور نہ ہی کبھی دستبردار ہوں گے؛ وہ نہ تو کسی ظالم کے جبر سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کرتے ہیں۔ سفاک اور ظالم کریموف کی جیلوں میں تشدد کے نتیجے میں جامِ شہادت نوش کرنے والے یا مستقل معذور ہونے والے ہزاروں نفوس کی داستانیں اس عزم کی گواہ ہیں۔

چنانچہ، ظلم و جبر اور خوف و ہراس کی یہ پالیسیاں اسلام کو بطور نظامِ حیات بحال کرنے کی جدوجہد کرنے والوں کے عزمِ صمیم کو متزلزل نہیں کر سکتیں بلکہ یہ کبھی ان کے دلوں میں موجود ایمان کی فروزاں شمع کو بجھا پائیں گی۔

حزب التحریر ولایہ سوڈان کے وفد کی اخوان المسلمون کے رہنما حسن عبد الحمید سے ملاقات

جمعہ 19 دسمبر 2025 کو، حزب التحریر ولایہ سوڈان کے ایک وفد نے، جس کی سربراہی ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کی مرکزی کمیٹی برائے مواصلات کے سربراہ استاد ناصر رضا کر رہے تھے اور ان کے ہمراہ کمیٹی کے کوآرڈینیٹر استاد عبد اللہ بھی تھے، سوڈان میں اخوان المسلمون کے ممتاز رہنما استاد حسن عبد الحمید سے ملاقات کی۔

اس ملاقات میں موجودہ سیاسی صورتحال اور دارفور کو علیحدہ کر کے سوڈان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے امریکی ایجنڈے پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ گفتگو کے دوران اس امر پر زور دیا گیا کہ مغرب کے ان استعماری منصوبوں کا مقابلہ کرنے کے لیے امت کے پاس ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے 'منہجِ نبوت پر خلافتِ راشدہ' کا قیام، جو کہ درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا وعدہ اور رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی بشارت ہے۔ وفد نے مستقبل میں بھی اس دعوتی رابطے اور مکالمے کو جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا۔

حزب التحریر ولایہ سوڈان کے وفد کی القدارف میں 'باکر مقامی انتظامیہ' کے ناظر سے ملاقات

رجب 1342ھ میں خلافت کی مسماری کی یاد تازہ کرنے کی مہم کے سلسلے میں، حزب التحریر ولایہ سوڈان کے ایک وفد نے القدارف شہر میں 'باکر مقامی انتظامیہ' کے ناظر، سیف الدولہ الحیدر الطاہر باکر اور نائب ناظر، الطاہر حیدر الطاہر باکر سے ان کے صدر دفتر میں ملاقات کی۔ وفد کی قیادت حزب التحریر ولایہ سوڈان کی مجلس کے رکن جناب محمد الحسن احمد کر رہے تھے، جن کے ہمراہ حزب کے دو دیگر اراکین، منتصر کرار محمد اور الطلب محمد احمد بھی موجود تھے۔

تعارفی گفتگو کے بعد، وفد کے سربراہ نے خلافت کی مسماری اور اس کے نتیجے میں امتِ مسلمہ پر مرتب ہونے والے منفی اثرات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے وضاحت کی کہ ہماری سرزمینوں میں امریکی مداخلت اور ایجنٹ حکمرانوں کے تعاون سے ملک کو تقسیم کرنے کی کوششیں درحقیقت ایک 'نگہبان' (خلیفہ) کی عدم موجودگی کا فطری نتیجہ ہیں۔ لہٰذا، مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ امریکہ اور اس کے مہروں کے ان مذموم منصوبوں کے خلاف ڈٹ جائیں تاکہ ملک کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچایا جا سکے۔ انہوں نے مزید زور دیا کہ ان تمام کوششوں کا اصل ثمر اسلام کو دوبارہ حکمرانی اور اقتدار کے مقام پر بحال کرنے میں پنہاں ہے، کیونکہ یہی امت کا حقیقی اور واحد نجات دہندہ منصوبہ ہے۔

بعد ازاں، ناظر صاحب نے گفتگو کرتے ہوئے حزب کی مساعی کا شکریہ ادا کیا اور واضح کیا کہ اسلام کا کوئی متبادل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے حزب کے وفد کو مقامی انتظامی اکائیوں تک رسائی کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ وہ ان سے رابطہ کریں اور اس عظیم منصوبے کو ان کے سامنے پیش کریں۔ ناظر صاحب نے عوامی معاملات میں حزب کی گہری دلچسپی اور امت کے ساتھ ان کے مسلسل رابطے کی تعریف کی۔ وفد نے بھی ناظر صاحب کے گرمجوش استقبال اور بہترین ضیافت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

مودی کا دورہ اردن اور یہودی وجود کے ساتھ مودی کی شراکت داری کو مربوط کرنے میں اردنی حکومت کا کردار

تحریر: ڈاکٹر خالد الحکیم

(ترجمہ)

شاہ عبداللہ دوم کی دعوت پر، بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی نے 15-16 دسمبر 2025 کو اردن کا دورہ کیا، جو دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات کے قیام کی 75 ویں سالگرہ کے موقع پر تھا۔ مودی نے اردن کے اس دورے کی تعریف کرتے ہوئے اسے "انتہائی نتیجہ خیز" قرار دیا۔

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ یہ دورہ چینی وزیر خارجہ کے دورہ اردن اور شاہ سے ملاقات کے ساتھ ہی عمل میں آیا، نیز اسی دوران بھارتی وزیر خارجہ نے بھی یہودی وجود کا دورہ کر کے نیتن یاہو سے ملاقات کی۔ اردنی حکومت، یہودی وجود اور بھارت کی جانب سے خطے میں ان امریکی منصوبوں میں ثالث اور رابطہ کار کا کردار ادا کر رہی ہے جن کا مقصد چین کا گھیراؤ، غزہ کے لیے ٹرمپ کا منصوبہ، ابراہیمی معاہدوں کے ذریعے تعلقات کی بحالی (نارملائزیشن) اور بھارت-مشرقِ وسطیٰ-یورپ اقتصادی راہداری (IMEC) جیسے منصوبے ہیں۔ اس کے علاوہ، اردنی حکومت چین، بھارت اور یہودی وجود کے ساتھ شراکت داری کے ذریعے معاشی و سرمایہ کاری کے مقاصد حاصل کرنے اور یہودی وجود کو خطے میں ضم کرنے کی بھرپور کوششیں کر رہی ہے، اگرچہ بھارت امریکہ کے ایما پر چین کی علاقائی پالیسی کو کمزور کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔

ان دوروں کی مکمل تفصیلات ظاہر نہیں کی گئیں، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا پس منظر چین کے "بیلٹ اینڈ روڈ" اقدام اور اس کی مختلف شاخوں کے ساتھ ساتھ تجارت، معیشت، انفراسٹرکچر، توانائی، دفاع، نقل و حمل، عدلیہ، مواصلاتی ٹیکنالوجی اور ڈیجیٹل معیشت جیسے روایتی شعبوں میں تعاون کو گہرا کرنے سے متعلق ہے۔ اردن نے تائیوان سمیت "ون چائنا" (ایک چین) کے اصول پر اپنی وابستگی کا اعادہ کیا ہے۔

بھارتی وزیر خارجہ جے شنکر کے دورہِ یہودی وجود اور وہاں کے وزیر خارجہ گیڈون سار سے ملاقات کے حوالے سے سار

نے کہا: "میں آپ سے علاقائی صورتحال کے بارے میں سننا چاہوں گا۔ میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ بھارت غزہ میں امن منصوبے کی حمایت کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ یہ ایک پائیدار اور مستحکم حل کی طرف لے جائے گا۔"

شاہ عبداللہ دوم اور بھارتی وزیر اعظم نے عمان میں "اردن-انڈیا بزنس فورم" کے افتتاحی سیشن میں شرکت کی، جس کا مقصد معاشی شراکت داری کو مضبوط بنانا، تعاون کو وسعت دینا اور نئی منڈیاں تلاش کرنا تھا۔ اس فورم میں اہم شعبوں سے تعلق رکھنے والی 20 سے زائد بھارتی کمپنیوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ اردن کے بادشاہ اور مودی کے بیانات نے دو اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا: ایک معاشی اور سرمایہ کاری کا پہلو جسے نمایاں کیا گیا، اور دوسرا زیادہ اہم سیاسی پہلو جسے میڈیا میں کم اہمیت دی گئی۔ شاہِ اردن نے خوراک، کھاد، ادویات، ٹیکسٹائل، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور توانائی جیسے شعبوں میں مملکت کی کلیدی مسابقتی خصوصیات کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے اردن کے سٹریٹیجک جغرافیائی محلِ وقوع سے فائدہ اٹھانے کی اہمیت پر بھی زور دیا اور کہا کہ اردن کے ٹرانسپورٹ نیٹ ورک کو IMEC راہداری (بھارت-مشرقِ وسطیٰ-یورپ اقتصادی راہداری) کے ساتھ جوڑنا تعاون بڑھانے کا ایک بڑا موقع ہے، جو کہ اس دورے کا بنیادی مقصد تھا۔

مودی نے اپنے کلمات میں اردن کے ساتھ معاشی تعاون، خاص طور پر ڈیجیٹل انفراسٹرکچر کو فروغ دینے میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ انہوں نے باہمی تجارت کے حجم کو 5 بلین ڈالر تک بڑھانے کے عزم کا بھی اعلان کیا، جس میں خطے میں ڈیجیٹل خود مختاری کے منصوبوں کے لیے مقابلہ کرنے پر توجہ مرکوز ہے۔ انہوں نے اس نکتے پر بھی روشنی ڈالی کہ اردن متعدد ممالک کو جوڑنے والا ایک کلیدی پل بن چکا ہے، اور اشارہ کیا کہ ماضی میں بھارت کی یورپ کے ساتھ تجارت 'پیٹرا' (Petra) کے راستے ہوا کرتی تھی؛ انہوں نے مستقبل میں ان تاریخی تجارتی راستوں کو دوبارہ فعال کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

اردنی حکومت یہاں امریکی اور یہودی وجود کے سٹریٹیجک زمینی راستوں کے درمیان اپنے جغرافیائی محلِ وقوع کا فائدہ اٹھانے کا کردار ادا کر رہی ہے۔ یہ حکومت اپنی مرکزیت کو مستحکم کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ اپنی بقا کو یقینی بنائے اور اپنے آمریت پسند نظام کے باوجود یورپ اور امریکہ سے سیاسی حمایت حاصل کر سکے۔ یہ حکومت یہودی وجود کی طرف سے فراہم کردہ سیکورٹی ضمانتوں کے لیے کوشاں ہے، جہاں غزہ میں نسل کشی کی بدترین جنگ کے دوران بھی سیکورٹی تعاون جاری ہے۔ اس کے علاوہ، یہ "دہشت گردی" کے خلاف بین الاقوامی اتحاد میں بھی شامل ہے، جس کے تحت شاہی اردنی فضائیہ امریکہ کے ساتھ مل کر جنوبی شام میں بمباری کرتی ہے۔ یہ تمام کوششیں بین الاقوامی اور علاقائی

طور پر اچھا رویہ دکھانے کی ایک کوشش ہے جس کا مقصد بڑی طاقتوں کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

نریندر مودی کی بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کو ایک امریکہ نواز جماعت سمجھا جاتا ہے جو اس کی یوریشیائی حکمتِ عملی میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ امریکہ چین کو روکنے کے لیے ایشیا بحر الکاہل کے خطے میں بھارت پر انحصار کرتا ہے۔ نئی IMEC راہداری، جو بھارت کو سعودی عرب کے ذریعے یورپ سے جوڑتی ہے، یہودی وجود کے کنٹرول والی بندرگاہوں تک پہنچنے کے لیے بنائی گئی ہے، تاکہ روس اور چین کو نظر انداز کیا جا سکے اور "بیلٹ اینڈ روڈ" اقدام کو چیلنج کیا جا سکے۔ 7 اکتوبر 2023 کو 'آپریشن الاقصیٰ فلڈ' کے بعد بڑھتی ہوئی کشیدگی کی وجہ سے یہ منصوبہ رک گیا تھا، لیکن ٹرمپ کے غزہ منصوبے کے بعد اسے دوبارہ فعال کیا جا رہا ہے، جس میں اردن ثالث کا کردار ادا کر رہا ہے۔

اردن 2020 میں ہی اس منصوبے کی تیاریوں میں شامل ہو گیا تھا جب اس وقت کے وزیر ٹرانسپورٹ ولید سیف نے حیفا ریلوے منصوبے کے مطالعاتی جائزے کی تکمیل کا اعلان کیا تھا، جو اردن کو مقبوضہ فلسطینی علاقوں سے جوڑے گا۔ منامہ کانفرنس میں، جیرڈ کشنر نے ٹرمپ کے امن منصوبے کا معاشی حصہ پیش کیا، جس میں اردن کے مجوزہ قومی ریلوے منصوبے کے لیے 1.825 بلین ڈالر مختص کرنے کی تجویز دی گئی تھی تاکہ عمان کو عقبہ اور خلیج سے جوڑنے والا ایک علاقائی نیٹ ورک تیار کیا جا سکے۔ مذکورہ بالا شواہد سے یہ واضح ہے کہ یہ منصوبہ یہودی وجود کی مارکیٹنگ کے لیے ایک چال ہے اور اردنی ثالثی کے ذریعے عرب دنیا میں سیاسی و معاشی رسائی کو آسان بنانے کے لیے ٹرمپ کے منصوبوں پر عمل درآمد ہے۔ مودی کے دورہ اردن کو اسی تناظر میں دیکھا جاتا ہے، کیونکہ امریکہ حکمرانوں کی رضامندی سے یہودی وجود اور بھارت کے ذریعے ایسے منصوبے نافذ کرنا چاہتا ہے جن کا مقصد مشرقی بحیرہ روم کی گیس جیسے وسائل پر مکمل کنٹرول، تیل کی ترسیل کو محفوظ بنانا اور یہودی وجود کو طاقتور بناتے ہوئے اسے امریکی مفادات سے وابستہ رکھنا ہے۔

بلاشبہ، ان استعماری سازشوں اور منصوبوں کا حتمی حل خلافت کی بحالی میں مضمر ہے، جو اسلام کے حقیقی جوہر کی حفاظت کرے گی، فلسطین سمیت تمام مقبوضہ مسلم خطوں کی آزادی کے لیے افواج کی قیادت کرے گی، اور مغربی اثر و رسوخ اور اس کے گماشتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: **﴿وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً﴾** "اور اللہ کافروں کو مومنوں پر (غلبہ پانے کا) کوئی راستہ ہرگز نہیں دے گا" [سورۃ النساء: 141]۔

حفتر کا دورہِ مصر

تحریر: استاد احمد المہذب

(ترجمہ)

پیر، 8 دسمبر 2025 کو لیبیائی نیشنل آرمی کے سپریم کمانڈر خلیفہ حفتر نے صدر سیسی کی دعوت پر مصر کا ایک مختصر دورہ کیا۔ مصری میڈیا کے مطابق، اس دورے کا محور لیبیا میں استحکام پر تبادلہ خیال کرنا تھا، حالانکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ سیسی خود لیبیا میں عدم استحکام کی سب سے بڑی وجہ ہیں۔ چنانچہ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حفتر، مصری حکومت کی درخواست پر وہاں گیا تھا اور اس بلاوے کے پیچھے ٹرمپ کا امریکہ تھا، تاکہ سیسی اسے ہدایات کا ایک سلسلہ جاری کر سکے۔ اس بات کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس ملاقات میں مصری انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر میجر جنرل حسن رشاد بھی شریک تھا۔

یہ دورہ ایک ایسے وقت میں ہوا جب امریکہ نے سوڈان میں اپنے کارندوں سے لڑائی بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوڈان کی جنگ سے حفتر کا کیا تعلق؟ حقیقت یہ ہے کہ حفتر وہاں جنگ کو ہوا دینے کا ایک بڑا ذریعہ ہے، کیونکہ وہ سوڈان تک اسلحہ پہنچانے کے لیے ایک راستے (کوریڈور) کا کام کرتا ہے۔ وہ روسی ہتھیاروں کی منتقلی کی نگرانی کرتا ہے جن کی قیمت متحدہ عرب امارات ادا کرتا ہے، اور حفتر اور ان کے بیٹے ان ہتھیاروں کو سوڈانی عوام کے قاتل 'حمیدتی' تک پہنچانے کے بدلے رقم وصول کرتے ہیں۔ یہ ہتھیار آخر کار دارفور میں حمیدتی تک پہنچتے ہیں، جہاں اسے ایک چھوٹی ریاست (منی سٹیٹ) کا وعدہ دیا گیا ہے۔

اس وقت طرابلس میں اقوامِ متحدہ کے مشن کے تحت پارلیمانی اور صدارتی انتخابات کی تیاری کے نام پر ایک تحریک چل رہی ہے۔ حفتر کو ڈر ہے کہ یہ انتخابات انہیں اور ان کے بیٹوں کو اقتدار سے بے دخل کر دیں گے۔ حقیقت میں یہ محض امریکہ کی طرف سے مغربی لیبیا کے عوام کو دھوکہ دینے کی ایک کوشش ہے، جبکہ پسِ پردہ وہ اس بحران کے خاتمے یا شفاف انتخابات کے انعقاد میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، بلکہ صرف لوگوں کی توجہ بھٹکانا چاہتا ہے۔ اسی لیے وہ ایک طرف انتخابات پر زور دینے کا ڈرامہ کرتا ہے اور دوسری طرف انہیں ناکام بنانے کے لیے کام کرتا ہے!

غزہ پر یہودی وجود کی جنگ کے بعد، امریکہ کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ عوامی رائے عامہ بیدار ہو رہی ہے اور وہاں اس کی موجودگی کے خلاف نفرت بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا، وہ امت کے وسائل پر قبضہ برقرار رکھنے اور اپنی موجودگی کو دوام دینے

کے لیے نت نئے بہانے تراش رہا ہے اور لوگوں کو الجھا رہا ہے۔ اسی سال کے وسط میں امریکی مشیر 'مسعد بولس' کی آمد کا مقصد بھی ملک میں امریکی معاشی اثر و رسوخ کو مضبوط کرنا تھا۔ چنانچہ، حفتر کے دورہِ مصر کی کوئی ظاہری وجہ نظر نہیں آتی، جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ کوئی رسمی دورہ نہیں بلکہ ایک 'طلبی' تھی۔

اگر ہم اسے ایک 'طلبی' مان لیں، تو آخر وہ اسے کیا پیغام دینا چاہتا تھا؟ گہرائی سے جائزہ لینے پر واضح ہوتا ہے کہ ٹرمپ سوڈان میں لڑائی روکنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسے حمیدتی تک ہتھیاروں کی سپلائی کا راستہ بند کرنا ہوگا، کیونکہ حفتر ہی وہ شخص ہے جو حمیدتی کو خریدے ہوئے روسی ہتھیار فراہم کر رہا ہے۔ اب جبکہ امریکہ نے اپنے کارندوں کو لڑائی روکنے کا حکم دے دیا ہے اور سوڈان کی تقسیم کے امکانات پر غور شروع کر دیا ہے، تو ایسا لگتا ہے کہ امریکہ کی نظر میں یہ منصوبہ اب مکمل ہو چکا ہے اور اسے مخصوص طریقے سے نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس دورے کے مقصد کو کسی اور چیز سے منسوب نہیں کیا جا سکتا، خاص طور پر لیبیا کے استحکام سے تو ہرگز نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ مصر کو لیبیا کے استحکام میں کوئی دلچسپی نہیں، بلکہ مصری حکومت کو وہاں کے عدم استحکام میں سب سے بڑا فریق سمجھا جاتا ہے۔

جہاں تک ملکی مسائل کے حوالے سے حفتر کے اقدامات، کرنسی کے استحکام کی فکر، اور نقدی کی کمی اور مہنگائی جیسے مسائل حل کرنے کے دعوؤں کا تعلق ہے، تو حفتر خود ان مسائل کا ذمہ دار ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ یہ امریکی پالیسی کا نتیجہ ہے جس کا مقصد عوام کو کنگال کرنا اور ان کی جمع پونجی تباہ کرنا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس میں حفتر اور اس کے بیٹوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ وہ مقامی مارکیٹ سے ایندھن چوری کر کے سوڈان میں حمیدتی کو فراہم کر رہے تھے، جس کی وجہ سے مشرقی علاقوں میں ایندھن کا شدید بحران پیدا ہوا اور لوگ اس ایندھن سے محروم ہو گئے جو سنٹرل بینک کی سبسڈی کی وجہ سے تقریباً مفت تھا۔ مختصر یہ کہ حفتر میں وہ ایک بھی خوبی نہیں جو وہ میڈیا پر دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ حفتر صرف تناؤ بڑھانے کا ماہر ہے، بحران حل کرنے کا نہیں۔

مزید برآں، جو لوگ مغربی لیبیا میں بحران پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں، وہی آج صفِ اول میں نظر آتے ہیں، جس سے صورتحال بالخصوص معاشی بحران مزید ابتر ہو رہا ہے۔ سیسی کو اب یہ ٹاسک دیا گیا ہے کہ وہ حفتر کو ملک کے مشرقی حصے پر، جو مصر اور سوڈان کی سرحد سے ملتا ہے، اپنا کنٹرول برقرار رکھنے میں مدد دے۔ حفتر، مصر اسی لیے گیا تاکہ وہ اگلے مرحلے میں اپنی حیثیت اور کردار کے بارے میں جان سکے۔

کیا سوڈان کی ممکنہ تقسیم کے بعد اب لیبیا کی باری ہے؟ اور اس صورت میں حفتر کہاں کھڑا ہوگا؟ کیا امریکہ ملک کے

مشرقی حصے کو کنٹرول کرنے کے لیے حفتر پر بھروسہ کرے گا؟ اب تمام مبصرین پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ امریکہ نے اپنے کارندوں، برہان اور حمیدتی، اور ان تمام لوگوں سے جو اقتدار کی ہوس رکھتے ہیں، کہہ دیا ہے کہ وہ سوڈان میں لڑائی روک دیں اور مذاکرات کے اگلے دور کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہ ان لوگوں کا عبرت ناک انجام ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شریعت کو پسِ پشت ڈال کر شیطان کی پناہ لیتے ہیں، اس کے جھوٹے وعدوں کے فریب میں آ کر اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُوراً﴾ "اور شیطان ان سے محض دھوکے کا وعدہ کرتا ہے"[سورہ النساء:120]۔

زندانوں کی تاریکی نہ تو نظریات کی روشنی کو بجھا سکے گی، اور نہ ہی حق پر ڈٹے رہنے والوں کے عزم و استقلال کو متزلزل کر سکے گی۔

تحریر: استاد مصطفی سلیمان-(ترجمہ)

جہاں ایک جانب بشار الاسد کی سابقہ حکومت کے قیدیوں کو عام معافی کے تحت رہائی مل رہی ہے، وہیں دوسری طرف ادلب کے قید خانوں کی گہرائیوں میں ایک خفیہ عدالت حزب التحریر کے نوجوانوں (شباب) کو دس برس تک کی قیدِ بامشقت کی سزائیں سنا رہی ہے۔

ان میں سے اکثر 7 مئی 2023 کے واقعات کے بعد سے زیرِ حراست ہیں؛ ان کا قصور کوئی مجرمانہ فعل نہیں، بلکہ وہ واضح سیاسی موقف ہیں جن پر وہ ثابت قدم ہیں: انہوں نے یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کی استواری (نارملائزیشن) کے اس عمل کو یکسر مسترد کر دیا جس کی جانب خطے کو جبراً دھکیلا جا رہا ہے؛ انہوں نے سیاسی، قانون سازی اور عسکری فیصلوں کو بیرونی تسلط سے آزاد کرانے کا مطالبہ کیا، اور وہ مجرم اسد حکومت کے خاتمے سمیت اسلامی نظامِ حکومت کے قیام کے لیے محاذ آرائی کی ترغیب دیتے رہے۔

عدالتی رویے میں یہ نمایاں تضاد، یعنی سابقہ نظام کے کارندوں کی رہائی اور اسلامی فکر و واضح سیاسی منصوبے کے علمبرداروں کو سزائیں دینا، اسلامی عدل پر مبنی منصفانہ نظام کے فقدان کا واضح ثبوت ہے۔ یہ حقیقت اس امر کو بے نقاب کرتی ہے کہ اصل نشانہ وہ شعور اور لائحہ عمل ہے جو امت کی حقیقی بیداری کا پیش خیمہ ثابت ہو، اور یہ کہ خود مختار اسلامی سیاسی فکر رکھنے والے ہی ان کے لیے وہ حقیقی خطرہ ہیں جن کی آوازوں کا گلا گھونٹنا مقصود ہے۔

تاہم، اس سچے مقصد کے داعی نہ تو قید و بند سے خائف ہوتے ہیں اور نہ ہی سزائیں ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کر سکتی ہیں۔ وہ اپنی منزل کے نشان سے بخوبی واقف ہیں؛ وہ جانتے ہیں کہ راہِ حق کٹھن آزمائشوں سے عبارت ہے، اور حق پر خاموشی اختیار کرنے والے درحقیقت ظلم میں برابر کے شریک ہیں؛ نیز، وہ جو امت کے احیاء اور نشاۃِ ثانیہ کے

طلبگار ہوں، وہ کسی کی خوشنودی یا معافی کے طلبگار نہیں ہوتے۔

حق پرستوں کی زبان سے ادا ہونے والا کلمۂ حق زنجیروں سے کہیں زیادہ توانا رہے گا، اور ان کے پختہ اصول زندانوں اور قید خانوں کی دیواروں سے کہیں زیادہ مستحکم ثابت ہوں گے۔

ولایہ شام میں حزب التحریر کی مرکزی رابطہ کمیٹی

یہ تمام تر ذلت ورسوائی اور درماندگی محض اس بنا پر ہے کہ ہم ایک متحدہ ریاست کے بغیر بکھری ہوئی امت بن چکے ہیں

اے مسلمانوں! اے ہدایت اور راستی والی امت! یہ واقعی انتہائی افسوسناک اور دل دہلا دینے والی بات ہے کہ مسلم سرزمینوں میں قابض کفار کی مداخلت مسلسل جاری ہے؛ وہ سازشیں کر رہے ہیں، حکم دے رہے ہیں اور ان کے احکامات مانے جا رہے ہیں، اور یہ سب اس امت کو غلام بنانے کے لیے ہو رہا ہے جس کی آبادی ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمانوں پر مشتمل ہے، مگر اس محکومی کے خلاف کوئی تحریک نہیں اٹھ رہی! کیا کئی دہائیاں اس حال میں نہیں گزر گئیں کہ تم شعور سے عاری ہو کر ایک ذلت آمیز زندگی کے ایک لامتناہی چکر میں پھنسے ہوئے ہو، جبکہ تم وہ امت ہو جو کبھی پوری انسانیت کے لیے روشنی اور ہدایت کے چراغ لے کر نکلی تھی؟!

کیا تم نے ابھی تک یہ محسوس نہیں کیا کہ ہم پر آنے والی یہ تمام تر ذلت اور رسوائی اس وجہ سے ہے کہ ہم ایک بکھری ہوئی امت ہیں، جس کی نہ تو کوئی متحد ریاست ہے اور نہ ہی کوئی عادل امام ہے جو اللہ کے قانونِ شریعت کے مطابق ہم پر حکمرانی کرے؟! وہ امام، جیسا کہ اللہ کے رسول (ﷺ) نے اس کی تعریف فرمائی ہے: **«إِنَّما الإمامُ جُنَّةٌ يُقاتَلُ مِن ورائِهِ ويُتَّقى بِهِ»** "امام تو بس ایک ڈھال ہے، جس کے پیچھے رہ کر مسلمان جنگ لڑتے ہیں اور جس کے ذریعے وہ تحفظ حاصل کرتے ہیں۔" کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم حزب التحریر کی دعوت پر لبیک کہو تاکہ اپنی عظمت اور عزت کی بحالی کے لیے تندہی سے کام کرو؟!

یہ مقصد ایک بنیادی تبدیلی اور منہجِ نبوت پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے، جو ہمارے رب ذوالجلال کی طرف سے ایک شرعی فریضہ ہے اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے دی گئی خوشخبری ہے۔ صرف اسی کے ذریعے امت ایک 'رایہ' (پرچم) تلے اور ایک امام کی قیادت میں متحد ہو گی، اس طرح وہ اپنی تقدیر کی خود مالک ہو گی اور اپنے دشمنوں میں موجود شیطان کے وسوسوں کو خاموش کر دے گی، جیسا کہ ہمارے اسلافِ صالحین کے دور

میں ہوتا تھا۔ اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ اس لیے ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو اس عظیم شرعی فریضے کے لیے خلوصِ دل سے کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ﴾ "اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال (کے اجر) میں ہرگز کمی نہیں کرے گا" [سورۃ محمد: 35]

واجب الاطاعت اور مقدس صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات ہیں، نہ کہ امریکہ کے زیرِ اثر قیادت کے احکامات

اے پاکستان کی مسلح افواج کے جری افسران! آپ امتِ مسلمہ کی طاقتور ترین عسکری قوت اور اس کی توقیر و جلال کے محافظ ہیں۔ اس مغلوب (شکست خوردہ) ذہنیت اور قوم پرستی کی زنجیروں کو کاٹ پھینکیں۔ امریکی ایجنٹ قیادت کے احکامات کے بجائے صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات مقدس اور واجب الاطاعت ہیں۔ تقدس برطانوی استعمار کی کھینچی ہوئی ان مصنوعی سرحدوں کا نہیں بلکہ مسلمانوں کی جان، مال، آبرو اور ان کے ایمان کا ہے۔ آپ کا اصل دشمن کلمہ گو مسلمان نہیں بلکہ صلیبی استعماری عالمی نظام، صیہونی وجود اور ہندو ریاست ہے۔ آپ کے حکمران اس استعماری عالمی نظام کے 'وائسرائے' ہیں، جو امت کی طاقت یعنی آپ کو، اس صلیبی استعماری نظام اور یہودیوں کے قدموں میں ڈال رہے ہیں۔

اس امت کی بقاو نجات ان حکمرانوں سے چھٹکارے اور خلافتِ راشدہ کے قیام میں پنہاں ہے۔ یہ منزل آپ کی جراتِ رندانہ اور عزمِ صمیم کے ذریعے حزب التحریر کو 'نصرت' کی فراہمی اور اس استعماری نظام کی بساط لپیٹنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ حزب التحریر اپنے جامع منصوبے کے آخری مرحلے میں آپ کو اس عظیم فریضے میں شامل ہونے کی دعوت دیتی ہے۔ کیا آپ لبیک کہیں گے ؟۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے" (الانفال: 24)۔